موجودہ دور میں سیرت نگاری کے عمومی رجحانات
(دعوتِ اسلامی کے حوالے سے)

ڈاکٹر وارث مظہری

سیرتِ نبوی کے موضوع پر ہر دور میں کثرت سے کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں۔ اسلامی کتب خانے مختلف زبانوں میں سیرت پر لکھی گئی کتابوں سے پر ہیں۔ اس موضوع کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس پر لکھنے والوں میں ہر جماعت، فرقے اور طبقے کے لوگ شامل ہیں، جن کا اپنا ذوق اور اپنے رجحانات و میلانات ہیں۔ جزوی یا کلی سطح پر ان کے مقاصد میں بھی اختلاف رہا ہے اور بسا اوقات ان کا مقصد محض عشقِ رسول کے جذبے کی تسکین بھی رہی ہے۔ اس جذبے کو بے اساس اور ایسی کاوش کو بے فائدہ قرار نہیں دیا جا سکتا، پھر بھی اہم سیرت نگاروں نے عام طور پر باضابطہ ضرورت کو عنوان بنا کر ہی خامہ فرسائی کی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ضرورت کا تعین ان کے اپنے ذہن و مزاج پر منحصر ہوتا ہے اور اس کی تشکیل میں مختلف عوامل اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ وقت کے غالب رجحانات سے اثر پذیر ہونا بھی فطری ہے۔ ابتدائی دور میں سیرت کو مغازی کا عنوان دیے جانے اور فقہ میں غزوات و جہاد سے سیرت کے احکام مراد لیے جانے کی توجیہ بھی اسی حوالے سے کی جا سکتی ہے۔[1] لیکن بہت جلد اس رجحان میں تبدیلی آ گئی اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو بنیاد بنا کر اس موضوع پر لکھا جانے لگا۔ یہ غالباً سیرت نگاری کے رجحان میں پہلی بڑی تبدیلی تھی۔ اس کے بعد مختلف مرحلوں میں سیرت نگاری میں مختلف رجحانات پیدا ہوتے رہے۔[2]

دورِ جدید میں سیرت نگاری کے اہم رجحانات میں سے ایک رجحان دعوت اسلامی کا بھی ہے۔ ۱۹ویں صدی کے اواخر سے برصغیر ہند اور عالم عرب میں اس موضوع پر تحریر و تصنیف کا جو سلسلہ شروع ہوا، اس میں دونوں رخ شامل تھے: داخلی بھی اور خارجی بھی۔ داخلی

رخ تھا سیرت کے حوالے سے مسلم معاشرے میں اصلاح کی روح پھونکنا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے سبق آموز اور بصیرت افروز پہلوؤں سے دلوں کو منور کرنا اوران میں عشقِ رسول کی جوت جگانا۔ مختلف تحریکوں بالخصوص احیائی واصلاحی تحریکوں نے قرآن وسنت کے علاوہ سیرت نبوی کو بھی اپنے لٹریچر میں شامل کیا۔ خارجی رخ تھا غیر مسلم مصنفین، بالخصوص مستشرقین اور مسیحی مشنریز کی طرف سے پیغمبر اسلام کی سیرت اور آپ کے اخلاق و تعلیمات سے متعلق پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں اور زہریلے پروپیگنڈے کے سدِّ باب کی کوشش۔ انگریزی میں اس کی سب سے اہم اور نمایاں مثال سید امیر علی کی The Sprit of Islam ہے۔ عربی میں محمد حسین ہیکل کی کتاب 'حیاۃُ محمد' بھی اسی رجحان کی نمائندگی کرتی ہے۔ اس میں جابجا مستشرقین کے اعتراضات کا علمی انداز میں جواب دینے اور مغربی فکر وثقافت پر تنقید کے ساتھ اسلامی فکر وثقافت کی برتری اور دورِ حاضر کے لیے اس کی معنویت ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[۳] اسی کے ساتھ معروضی انداز میں آپ کی سیرت اور تعلیمات کو اس حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انہی میں موجودہ دنیا کے مسائل کا حل پوشیدہ ہے۔[۴] اردو میں اس کی نمائندہ کتابیں شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی کی 'سیرت النبی'، سید سلیمان ندوی کی خطبات مدراس اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی 'رحمۃ للعالمین' ہیں۔ دفاعِ رسول کے نقطۂ نظر سے جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں بجائے خود یہ بات بھی شامل تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ضمن میں اسلام کی اخلاقی اور انسانی تعلیمات کا خلاصہ سامنے آجائے۔ یہی دراصل دورِ جدید کی سیرت نگاری میں دعوت اسلامی کے رجحان کا مقدمہ یا آغاز ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دورِ جدید سے قبل تصنیف کردہ کتب سیرت میں دعوت اسلامی کے پہلوؤں سے اعتنا نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ایسی متعدد کتابیں ہیں جن میں مختلف موضوعات پر ایسی بحثیں ملتی ہیں جو دعوت اسلامی کے موضوع سے بالواسطہ تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً ابن قیم کی زاد المعاد یا قاضی عیاض کی الشفاء۔ یہ ایسی کتابیں ہیں جن میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات وسیرت کے مختلف موضوعات اور پہلوؤں پر عقلی انداز سے بحث کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جیسے معجزات النبی، معجزاتِ قرآنی، دلائلِ نبوت،[۵] رسول کی بعثت کی ضرورت اور معراج النبی وغیرہ۔[۶]

دور جدید کی سیرت نگاری میں دعوتی رجحان کے عوامل

دور جدید کی سیرت نگاری میں دعوتی رجحان کے مختلف عوامل رہے ہیں۔ ان میں اہم عامل عالمی سطح پر قوموں کے درمیان باہمی اختلاط وتعامل ہے۔ اس کی کوئی نظیر ماضی کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ بعض ملکوں میں مسلمان غیر مسلم اقوام کے ساتھ رہتے آئے تھے، لیکن کچھ تو سیاسی وجوہ اور کچھ مسلمانوں کی اپنی کم زوریاں تھیں کہ انھوں نے ان اقوام کو مدعو کی حیثیت نہیں دی۔ اس بنا پر وہ باضابطہ طور سے ان کے لیے دعوتی لٹریچر کی تیاری پر زیادہ توجہ نہ دے سکے۔ ایسے ممالک میں ہندوستان سرفہرست ہے۔ دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کے ممالک کی سرحدیں کھل گئیں اور اس طرح بڑے پیمانے پر مشرقی اقوام، جن میں مسلمان بھی شامل تھے، مغربی ممالک کا رخ کرنے لگیں۔ ان مسلم مہاجرین میں دعوتی فکر رکھنے والے افراد کو دعوتی انداز کے لٹریچر کی ضرورت پیش آئی، جس میں اسلام سے متعلق مخالفین کے شبہات و اعتراضات کا جواب دیا گیا ہو اور وہ دعوتی مقاصد کے لیے بھی استعمال ہو سکے۔ اس لٹریچر میں سیرتِ نبوی کا موضوع بھی شامل تھا۔ ایک دوسرا بڑا عامل دور جدید میں اسلامی کتابوں کی بڑے پیمانے پر نشر و اشاعت بھی ہے۔ ماضی میں اس کے وہ مواقع میسر نہیں تھے جو جدید تکنیکی سہولیات نے فراہم کر دیے ہیں۔ اسلام کا وہ قیمتی علمی سرمایہ، جو کئی سو سالوں سے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی تھا، زیور طبع سے آراستہ ہو کر لوگوں کی نگاہوں میں آنے لگا۔

بیسویں صدی کے آغاز میں بعض احیائی اور اصلاحی تحریکات منظر عام پر آئیں۔ وہ جہاں ایک طرف اس بات کی خواہش مند تھیں کہ مسلم ممالک کو استعمار کے نرغے سے آزاد کر کے وہاں اسلامی اقتدار کو بحال کرنے کی کوشش کی جائے، وہیں اس بات کے لیے بھی کوشاں تھیں کہ غیر مسلم اقوام کو اسلام کی خوبیوں سے واقف کرایا جائے اور سیرت رسول کے جو پہلو ان کے لیے پر کشش ہیں، ان کو خصوصی طور پر ان کے سامنے لانے کی کوشش کی جائے۔ چناں چہ ایسی جماعتوں (جماعت اسلامی، اخوان المسلمون وغیرہ) کی طرف سے اس مقصد کے لیے جو لٹریچر شائع ہوا، اس میں سیرت کی ایسی کئی کتابیں شامل ہیں جن میں یہ رجحان پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اردو میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی 'سیرت سرور عالم' اور نعیم

صدیقی کی 'محسن انسانیت' کو پیش کیا جاسکتا ہے۔سیرت نگاروں میں سے وہ لوگ، جنھوں نے مغربی زبانوں میں ہی سیرت پر لکھا ہے ان کے یہاں اس رجحان کا غلبہ ہے۔ کیوں کہ ان کے براہ راست مخاطبین میں غیر مسلم افراد شامل ہیں۔ وہ ان کے مزاج و مذاق سے آشنا ہیں، ساتھ ہی ان میں سے بہتوں کو ماضی قریب کے مستشرقین اور حال کے مغربی اسکالرس کے نتائج فکر کو اسلام اور پیغمبراسلام کے تعلق سے پڑھنے کا موقع ملا ہے۔پچھلی دو دہائیوں کے درمیان دو واقعات ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے عمومی سطح پر اور خاص طور سے سیرت کے سلسلے میں دعوتی رجحان میں وہ اضافہ ہوا جو گزشتہ کئی صدیوں میں نہیں ہوا تھا۔ ان میں سے ایک انٹرنیٹ کی ایجاد ہے اور دوسرا گیارہ ستمبر کا تاریخی واقعہ۔انٹرنیٹ کی ایجاد اور پھیلاؤ کے بعد علما اور داعیانِ کرام کے علاوہ عام اسلامی فکر رکھنے والے افراد کو بھی اپنے طور پر دعوت کے کام میں مشغول ہونے کا موقع آسانی کے ساتھ میسر آگیا۔ اسی طرح ایسی درجنوں سائٹس ہے اور ان کے لیے ان کے مطابق لٹریچر منظر عام پر آگیا، جو سیرت کے پیغام کو عام کرنے کے لیے وقف ہیں ۔۱۱/ستمبر نے دنیا کے نقشے کو ہی بدل کرر کھ دیا۔اس واقعے سے تاریخ کا ایک نیا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔اس کے بعد پچھلے دس برس کے عرصے میں خاص طور پر دفاع و نصرت رسول کے پہلو سے سیرت نگاری میں دعوت اسلامی کا رجحان مضبوط تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

دعوتی رجحان کے دو اہم پہلو

سیرت نگاری میں دعوتی رجحان کے دو اہم پہلو ہیں: ایک یہ کہ سیرت کے واقعات اور آپ کی تعلیمات کا ایسا تعارف کرایا جائے کہ وہ غیر مسلموں کے لیے باعث کشش ہوں، ان سے پیغمبراسلام کے تعلق سے ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے اور وہ یہ جان سکیں کہ آپ کی شخصیت اور پیغام انسانیت کے لیے سراسر رحمت ہے۔اس بنیاد پر ان کا ذہن اور جذبات اسلام کا ساتھ دینے کے لیے اپنے اندر آمادگی پائیں۔ دوسری طرف وہ ایسے مسلمانوں کے لیے بھی مفید ہوں جن کا ذہن مستشرقین اور مغربی اسکالرس کی قدیم و جدید تحریروں کو پڑھ کر متاثر ہوچکا ہے۔ موجودہ دور میں اسلام مخالف پروپیگنڈہ سے متاثر ایسے مسلمانوں کا حلقہ کافی وسیع ہوا ہے۔اس پہلو پر اردو میں سیرت النبی، رحمت عالم (سید سلیمان ندوی)، رحمۃ للعالمین اور

پیغمبر انسانیت (جعفر شاہ پھلواروی) جیسی کتابیں، عربی میں نبی الرحمۃ (مسعد یاقوت) اور نبی الانسان (جعفر ماجد) جیسی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ انگریزی میں The Sprit of Islam کے علاوہ In the Foot Step of Prophet Muhammad (Tariq Ramadan), Muhammad Blessing for Humankind (Afzalur Rahman), The Prophet of Universal Brotherhood جیسی کتابیں اہم ہیں۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ اسلام کے داعیٔ اول (حضرت محمد ﷺ) کے اوصاف، دعوت کے مختلف مراحل میں پیش آنے والے واقعات اور آپؐ کے دعوتی تجربات کو اس طرح پیش کیا جائے کہ وہ آج کے داعیانِ دین کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکیں۔ چوں کہ اب تک عموماً اردو یا عربی میں جو کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں، ان کے براہ راست مخاطب مسلمان تھے، اس لیے اول الذکر پہلو پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی، لیکن حالیہ عرصے میں ایسی کتابوں میں بھی غیر مسلم ذہنوں کی رعایت کی گئی ہے۔ البتہ اس وقت جو کتابیں مغربی زبانوں یا ایسی علاقائی زبانوں میں لکھی جارہی ہیں، جن میں مسلم اور غیر مسلم دونوں مساوی طور پر مخاطب ہیں، وہ خاص طور پر دعوت اسلامی کے لحاظ سے اہمیت کی حامل ہیں۔ البتہ دوسرے پہلو پر خاص طور پر عربی میں متعدد اچھی اور اہم کتابیں سامنے آئی ہیں۔ ان کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ایک تو وہ کتابیں ہیں جن میں مجموعی طور پر آپؐ کی پوری سیرت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ دوسرے وہ کتابیں جن میں آپ کی شخصیت یا وقائعِ سیرت کے کسی ایک پہلو کو عنوان بنایا گیا ہے، جیسے آپ کی مکی یا مدنی زندگی یا آپ کی سپہ سالار جنگ یا سربراہ ریاست کی حیثیت۔ جو کتابیں مجموعی طور پر پوری سیرت کو موضوع بنا کر لکھی گئی ہیں ان میں: **السیرۃ النبویۃ: دروس و عبر (مصطفی السباعی)، فقہ السیرۃ (محمد الغزالی)، وقفات تربویۃ مع السیرۃ النبویۃ (احمد فرید)، منہج النبی فی الدعوۃ من خلال السیرۃ الصحیحۃ (محمد امحزون)** وغیرہ قابل ذکر ہیں، جب کہ سیرت کے جزئی پہلوؤں کو موضوع بنا کر **منہج الدعوۃ النبویۃ فی المرحلۃ المکیۃ (علی بن جابر الحربی)، منہج النبی فی حمایۃ الدعوۃ والمحافظۃ علی منجزاتہا خلال الفترۃ المکیۃ (الطیب**

برغوث)، منهج الرسول فی دعوة اهل کتاب (محمد بن سیدی الحبیب الشنقیطی) وغیرہ لکھی گئی ہیں۔ اردو میں بھی متعدد کتابیں کلّی اور جزوی دونوں پہلوؤں سے لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ وہ خالصتاً دعوت کے عنوان سے نہیں ہیں، لیکن موضوع ومراد کے لحاظ سے ان کا مزاج دعوتی ہے۔ اس پہلو سے لکھی گئی ان کتابوں میں آپؐ کی سیرت کو آج کی سماجی و تمدّنی زندگی کے لیے آئینہ بنانے اور اسے اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ اسلام کے داعئ اول کی سوانح ہے جو موجودہ اور آئندہ زمانے میں دعوتی کام کی بنیاد اور لائحہ عمل فراہم کرتی ہے۔ جو کتابیں براہ راست دعوت کے عنوان سے لکھی گئی ہیں ان میں داعی، مدعو، موضوعاتِ دعوت، اسلوبِ دعوت، دعوت کے مقاصد اور اس راہ میں آنے والی مشکلات وغیرہ کو باضابطہ ابواب وفصول کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً وہبہ الزحیلی کی کتاب منهج الدعوة فی السیرة النبویة کے عنوانات اس طرح ہیں: الاسباب و الغایات للدعوة الاسلامیة، اصول الدعوة الاسلامیة، مصاعب الدعوة، صبر الداعیة و سمّو سماحته، منطلقات الدعوة، اثر النجاح فی الدعوة، نبذ الامتیازات فی میزان الدعوة الاسلامیة، موقف الرأسمالیین العتاة من الدعوة [۸]۔ ان عناوین سے ان کے مشمولات کا بہ خوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ مولانا مودودیؒ کی 'سیرت سرور عالم' اپنی مخصوص فکر کے تحت لکھی گئی ہے، تاہم مجموعی طور پر وہ مسلمانوں کے داعیانہ منصب اور اس کے لوازم پر لکھی جانے والی چند اہم کتابوں میں سے ایک ہے۔ صبر، حکمت، بے غرضی وغیرہ پر مولانا کی تحریریں مؤثر اور دل آویز ہیں۔[۹] اس میں تمام واقعاتِ سیرت کو دعوتِ اسلامی کے سیاق میں دیکھنے اور ان سے دعوتی عمل کا مواد اخذ کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اس ضمن میں 'پیغمبرِ اسلام' (مولانا وحید الدین خاں) کا بھی تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ مشمولات کے بعض حصوں سے اختلاف کے باوجود اس پہلو پر وہ ایک اچھی اور مفید کتاب ہے۔

یہ اس رجحان کا نمایاں پہلو ہے۔ اس لیے اس کے تفصیلی تجزیے کی بہ ظاہر ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ عام طور سے اس پہلو پر لکھنے والوں نے آپؐ کی داعیانہ حکمت وبصیرت، صبرو شجاعت، جفاکشی، خود اعتمادی، مذہب سے قطع نظر باصلاحیت لوگوں سے فائدہ اٹھانے کوشش

وغیرہ جیسے اہم داعیانہ نکات اور پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس اعتبار سے اس کے اور پہلو کے مضامین کا جائزہ لینا مناسب ہوگا۔

دعوتی رجحان کے مضامین: ایک مختصر جائزہ

عام طور پر سیرت نگاروں نے آپؐ کی شخصیت کو اس انداز میں پیش کرنے کوشش کی ہے کہ مختلف حیثیتوں سے آپؐ کی عظیم شخصیت کے نقوش ذہنوں میں مرتسم ہو جاتے ہیں، تاہم ان پر عقیدت ومحبت کا رنگ زیادہ گہرا ہونے کی وجہ سے، جو ایک حد تک عشقِ رسول کا تقاضا بھی ہے، وہ مسلمانوں کے لیے جتنے پرکشش ہو سکتے ہیں، غیر مسلموں کے لیے ان میں اتنی کشش نہیں ہوتی۔ سیرت نگاروں کی بڑی تعداد ایسی ہے جو واقعاتِ سیرت کے بیان میں غیر مسلم ذہنوں میں اٹھنے والے سوالات سے یا تو بحث ہی نہیں کرتی، یا اس کا انداز بہت علمی اور قائل کرنے والا نہیں ہوتا۔ اردو میں شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، قاضی محمد سلیمان منصور پوری، ابوالاعلی مودودی اور جعفر شاہ پھلواروی وغیرہ اور عربی میں حسین ہیکل، مصطفیٰ سباعی، محمد الغزالی، ابوزہرہ اور انگریزی میں امیر علی، محمد حمید اللہ اور طارق رمضان وغیرہ کے یہاں اس بات کی رعایت ملتی ہے کہ غیر مسلم ذہنوں میں پیدا ہونے والے مختلف سوالات کو بھی باضابطہ طور پر دور کرنے کی کوشش کی جائے، یا موضوع کو اتنا کھول کر بیان کیا جائے کہ ان پر کم سے کم اشکالات وارد ہوں۔ اسی کے ساتھ ان کتابوں میں عقلی اور معروضی انداز میں سیرت نبوی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کو دور جدید سے مربوط کر کے دنیائے انسانیت کے آخری جامع عملی منشور کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سیرت النبی، خطبات مدراس اور دی اسپرٹ آف اسلام کی یہی امتیازی شناخت ہے۔ خطباتِ مدراس کا تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا خطبہ اسلام اور پیغمبر اسلام کا شاندار دعوتی تعارف کراتا ہے۔ اس کا ایک امتیازی پہلو، جو عام طور پر دوسری جگہ نظر نہیں آتا، یہ ہے کہ اس میں دنیا کے دیگر رہ نماؤں اور ان کی تعلیمات سے منطقی انداز میں آپؐ کا تقابل کر کے آپ کے امتیاز کو ثابت کیا گیا ہے۔[۱۰]

باضابطہ مضامین کے تعلق سے دیکھا جائے تو دعوتی رجحان رکھنے والے سیرت نگاروں نے آپ کی حیات وصفات اور پیغام کے درج ذیل پہلوؤں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ کا مرکز بنایا ہے:

- پیغام سیرت (اسلام) کی جامعیت اور ہمہ گیری
- اجتماعی اخلاقی اقدار کا احیا و اشاعت
- انسانیت نوازی یا انسانیت پسندی
- دین و دنیا کا امتزاج رکھنے والے شان دار تمدن کی تخلیق
- رحمۃ للعالمین ہونے کی حیثیت
- امن وعدل کے قیام کی کوشش
- غیر مسلموں کے ساتھ اعلیٰ انسانی اخلاق پر مبنی سماجی برتاؤ
- آپؐ کی سادہ اور مکمل سماجی زندگی
- کم زور طبقات (خواتین، غلام اور بچے) کی رعایت اور ان کے سماجی مرتبے کو بلند کرنا وغیرہ۔

ذیل میں ان میں سے چند اہم موضوعات پر بعض سیرت نگاروں کے افکار و خیالات کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے:

انسانیت نوازی

رسول اللہ ﷺ کا بہ حیثیت انسان رویہ یا انسان پسندی پر اردو اور عربی میں درجنوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مثلاً اردو میں پیغمبر انسانیت، محسن انسانیت، انسانِ کامل (خالد علوی)، عربی میں **النبی الانسان** (محمود تیمور)، **محمد: نبی الانسان** (جعفر ماجد) وغیرہ۔ یہ رجحان اُس رجحان کا ایک ردعمل معلوم ہوتا ہے کہ بعض جدید و قدیم سیرت نگاروں نے رسول اللہ ﷺ کی روحانی شخصیت اور آپ سے صادر ہونے والے معجزات کے پہلو پر اس شدت کے ساتھ زور دیا ہے کہ اس کا انسانی پہلو دب کر رہ گیا ہے اور آپؐ کی شخصیت پر اسطوری اور مافوق البشری رنگ حاوی ہوگیا ہے، جو خود مسلمانوں کے لیے بھی سیرت کے صحیح فہم میں رکاوٹ ہے۔ غالباً بعض سیرت نگاروں[۱۱] کے اس موقف کے پس پشت کہ آپؐ کو قرآن کے علاوہ کوئی دوسرا معجزہ نہیں دیا گیا، ایک بڑا عامل یہی رہا ہے۔ شیخ ابو زہرہ نے اپنی کتاب 'خاتم النبیین' میں متعدد جگہوں پر انسانیت نوازی کے پہلو پر گفتگو کی ہے۔[۱۲] دستور مدینہ کی حیثیت پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے اس کے، مذہبی اور گروہی بنیاد کے بجائے انسانی بنیاد پر تشکیل کیے جانے کا

نہایت اہمیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔۱۳؎ خالد علوی نے انسان کامل میں آپ کے احترام آدمیت کے وصف پر روشنی ڈالی ہے۔۱۴؎ اخوت انسانی اور مساوات کو خطبات مدراس میں بھی علمی انداز میں موضوع بنایا گیا ہے۔۱۵؎ 'پیغمبر انسانیت' میں آپؐ کی انسانیت نوازی اور انسانیت پسندی کو کافی ابھارا گیا ہے۔ 'محسن انسانیت' بھی ایک شاہ کار ہے۔ اس میں آپ کے محسن انسانیت ہونے کے اہم پہلوؤں کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ البتہ اس پر تحریکی رنگ غالب ہے، جس کی وجہ سے غیر مسلموں کے لیے اس میں تاثیر اور دعوتِ فکر کا پہلو باقی نہیں رہ جاتا۔ 'پیغمبر انسانیت' میں مختلف مواقع پر اسلام کو دینِ انسانیت اور پیغمبرِ اسلام کو پیغمبرِ انسانیت کے طور پر جس خوبی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، وہ دعوتی لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے۔۱۶؎ امیر علی اسلام کا سب سے اہم مقصد خدا کی وحدت اور انسانی مساوات کے قیام کو بتاتے ہیں۔۱۷؎ ابوالکلام آزاد نے 'رسول رحمت' ۱۸؎ میں اور ڈاکٹر حمید اللہ نے 'رسول اکرم کی سیاسی زندگی' میں رسول اللہ ﷺ کے احترامِ آدمیت کے موقف پر اچھے انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح 'رحمۃ للعالمین' کے ساتویں باب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے انسانیت پر احسانات کی نہایت خوبی کے ساتھ عکاسی کی گئی ہے۔ طارق رمضان نے اپنی کتاب In the foot steps of the Prophet کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے اسے رسول اللہ کی پیغمبری اور انسانیت کے پہلو کو آشکارا کرنے کے لیے تصنیف کیا ہے۔۱۹؎ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ افضال الرحمٰن نے علم کو آپ کی انسانیت نوازی کی اہم مثال کے طور پیش کیا ہے۔ آپ کی معلم کی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے انھوں نے انتہائی شرح وبسط کے ساتھ یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ عہد وسطی میں مسلمانوں کے ذریعے اور دور جدید میں اہل مغرب کے ذریعے علوم وتمدن کی جو ترقی ہوئی وہ کس طرح آپ کی ذات اور تعلیمات کی رہین منت ہے۔۲۰؎ اس کا انداز معروضی اور منطقی ہے، جو بلاشبہ عام ذہنوں کو اپیل کرنے والا ہے۔

مسلم غیر مسلم تعلقات

مسلم غیر مسلم تعلقات کا موضوع موجودہ دور میں نہایت اہم اور حساس ہو گیا ہے۔ غیر مسلم حلقوں میں اسے خاص طور پر موضوع بحث بنایا گیا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی

ہے کہ: ''جیسے آپؐ کو یہ منظور نہ تھا کہ آپ کے متبعین غیر مسلموں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں''۔[۲۱] اردو مصنفینِ سیرت میں شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، حمید اللہ اور یٰسین مظہر صدیقی کی تحریروں میں اس موضوع پر اچھا مواد موجود ہے۔ حمید اللہ کی 'محمد رسول اللہ' اور اس کے علاوہ جزوی موضوعاتِ سیرت پر لکھی گئی ان کی دوسری کتابیں مثلاً: 'رسول اللہ کی سیاستِ خارجہ'، 'رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی' وغیرہ میں اس موضوع پر جس انداز میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کا نہایت مثبت نقشہ سامنے آتا ہے۔ امیر علی نے 'دی اسپرٹ آف اسلام' میں اس موضوع کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے اور نہایت معروضی انداز میں پیغمبرِ اسلام اور مسلم حکم رانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی تفصیل پیش کی ہے۔[۲۲] سیرت النبی کا انداز بھی یہی ہے۔ البتہ ڈاکٹر حمید اللہ نے زیادہ خوبی اور تفصیل کے ساتھ اس موضوع سے بحث کی ہے اور دلائل کے ساتھ بتایا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ آپ کے مدینہ میں پر امن سماجی تعلقات تھے۔ وہ ان سے لین دین کرتے، ان کی خوشی وغم کی تقریبات میں شریک ہوتے اور ایک برابر کے شہری اور سماجی فرد کا کردار ادا کرتے تھے۔ ان کو شہر میں تجارت وحرفت کی پوری آزادی رہی، حتی کہ خود حضور اکرمؐ کی زرہ کچھ ادھار لینے کے سبب ایک یہودی کے پاس گروی تھی اور اسی حالت میں آپ نے وفات پائی۔ یہودی ہم سایوں کی آپ مدارات کرتے اور بنفس نفیس ان کے بیماروں کی عیادت کرتے، ان کے جنازے گلیوں میں سے گزرتے اور آپ بیٹھے رہتے تو موت کے خدائی فعل کے احترام میں کھڑے ہو جاتے''[۲۳]۔ ان پر امن سماجی تعلقات میں دراڑ خود یہود کی شرارتوں سے آئی۔ لیکن جب ''ان کی شرارتیں کم ہو گئیں تو اسلامی حکومت کا برتاؤ بھی ان کے ساتھ انتہائی مرحمت کا ہو گیا۔ ان کے غریب قبائل کو سرکاری خزانے سے روز ینے مقرر ہو گئے''۔[۲۴] ابن سعد اور زرقانی کے حوالے سے انہوں نے ام المومنین حضرت صفیہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی ایک تہائی جائداد اپنے یہودی بھانجے کے نام وصیت فرمائی اور یہ کہ ''اسلام ایسی صلہ رحمی اور فراخ دلی کی حوصلہ افزائی ہی کرتا ہے''۔[۲۵] ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے لکھا ہے: ''سیرت نبوی کی روایات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے بعد اپنے غیر مسلم رشتہ داروں اور دوسرے ہم

وطنوں کے ساتھ بھی تمام سماجی تعلقات کو برقرار رکھا، ان کے ساتھ تمام قومی، ملکی اور تہذیبی امور میں اشتراک جاری رکھا، بلکہ مزید اخلاق کا مظاہرہ کیا، تاکہ غیر مسلموں پر یہ واضح ہو کہ اسلام حسن اخلاق کا دین ہے اور اپنے اور بیگانوں سب کے لیے رحمت عام ہوتا ہے'۔ [۲۶]

ڈاکٹر حمید اللہ کے یہاں مدنی اور ڈاکٹر صدیقی کے یہاں مکی سماج میں غیر مسلموں کے ساتھ روابط کو زیادہ مرکوز اور مربوط انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ انگریزی میں مختلف مصنفین نے اس پہلو کو اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ طارق رمضان کے مطابق ''آپ کے غیر مسلموں سے نہایت مضبوط تعلقات (very strong ties) تھے۔ اور یہ کہ آپ نے ان کے ساتھ تعلقات باہمی اعتماد اور اصول کی پاس داری کی بنیاد پر قائم کیے، نہ کہ خاص طور پر مشترکہ مذہب اور عقیدے کی بنیاد پر''۔ [۲۷] انہوں نے اس ضمن میں یہ بھی دکھانے کی کوشش کی ہے کہ آپ کی نظر میں ہر شخص کو اس حد تک اختیار عقیدہ کی آزادی تھی کہ آپؐ نے بعض افراد کو اسلام سے پھر جانے کے باوجود اس کی سزا نہیں دی۔ ارتداد کی سزا کا پس منظر ان کی نظر میں یہ ہے کہ مدینہ میں بعض یہودی ایسا سازش کے طور پر اسلامی ریاست کو کمزور کرنے کے لیے کرتے تھے۔ [۲۸] اسی طرح ہجرت کے موقع پر عبداللہ بن اریقط کو سفرِ ہجرت میں رہنما بنائے جانے یا طائف سے لوٹنے کے بعد مطعم بن عدی کی پناہ میں رسول اللہ ﷺ کے مکہ میں داخل ہونے کے واقعات کو اس تناظر میں پیش کیا ہے کہ سماجی معاملات میں عقیدے سے قطع نظر غیر مسلمین حتیٰ کہ دشمن جماعت کے افراد کی امانت و دیانت پر اعتماد کرنے میں بھی آپ کو کوئی ذہنی رکاوٹ نہیں تھی۔ طارق رمضان نے لکھا ہے کہ 'جب آپؐ مدینہ آئے تو آپ نے یہودیوں سے بہت اچھے تعلقات قائم کیے، آپ کو کسی کے مذہب کو بدلوانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ بعد میں معاہدہ شکنی کی وجہ سے تعلقات میں کھٹاس آئی، تب بھی مشترکہ شناخت اور احترام میں فرق نہیں آیا''۔ [۲۹] شبلی نے کفار و مشرکین اور اہل کتاب کے ساتھ آپ کے برتاؤ پر معروضی انداز میں روشنی ڈالی ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ تعلقات میں انسانی اقدار کی مکمل رعایت کی اور اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ [۳۰] بہر حال دعوتی رجحان کے تناظر میں یہ پہلو بھی نہایت اہمیت کے ساتھ سیرت نگاروں کے پیش نظر رہا ہے۔ [۳۱]

جہاد

جہاد کا موضوع بھی مسلم غیر مسلم تعلقات سے ہی وابستہ ہے۔ جدید دور کے متعدد سیرت نگاروں نے روایتی انداز سے ہٹ کر اس موضوع پر بحث کی ہے۔ عرب مصنفین میں ابوزہرہ، مصطفیٰ سباعی اور محمد الغزالی وغیرہ نے زور دے کر یہ بات کہی ہے کہ اسلام میں مسلم غیر مسلم تعلقات کی بنیاد جنگ پر نہیں، بلکہ امن پر ہے۔ اور یہ کہ جہاد (بمعنی قتال) یا تو دفاع کے لیے ہے یا فتنہ کی صورت حال کے خاتمے اور اسلامی دعوت کے سامنے کھڑی کی جانے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے۔[۳۲] ایک دوسری جگہ ابوزہرہ نے لکھا ہے کہ قتال صرف جزیرۃ العرب کے لوگوں کے لیے تھا، باقی لوگوں کے لیے صرف پرامن دعوت کا حکم تھا۔[۳۳] 'رسول رحمت' میں ابوالکلام آزاد نے بھی اسی نقطۂ نظر کا اظہار کیا ہے۔[۳۴]

ابوزہرہ جہاد کو دعوت اسلامی کے تعلق سے مجبوری کے انتخاب پر محمول کرتے ہیں، جس سے احتراز ہی بہتر ہے۔[۳۵] اس کی تائید میں وہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں: **لا تتمنّوا لقاء العدو وسلوا الله العافية فاذ القيتموهم فاصبروا**[۳۶] ''دشمن سے مقابلے کی خواہش نہ کرو، بلکہ اللہ سے عافیت طلب کرو، البتہ دشمن سے مڈبھیڑ ہوجائے تو پیچھے نہ ہٹو''۔ سیرت النبی میں شبلی نعمانی نے بھی جہاد کو صرف دفاع تک محدود کیا ہے۔[۳۷] مصطفیٰ سباعی بھی اسی کے قائل ہیں[۳۸] ان کی نظر میں جنگ کا مقصد یہ بھی ہے کہ بت پرستوں اور ملحدین کا زور توڑ کر یہود ونصاریٰ کی عبادت گاہوں کی حفاظت کی جائے[۳۹] اپنی کتاب **ھذا ھو الاسلام** میں انہوں نے اپنا موقف ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ''اسلامی جہاد کا مقصد یہ نہیں ہے، جیسا کہ دشمنانِ اسلام سمجھتے ہیں، کہ مسجد کو کنیسہ کے ملبے پر تعمیر کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ وہ کنیسہ کے بغل میں اس علامت کے طور پر قائم کی جائے کہ اللہ کی عبادت مختلف طریقوں سے کی جاسکتی ہے''۔[۴۰] ڈاکٹر حمید اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''مسلمانوں کے لیے دوسروں کے خلاف جنگ محض ایک دفاعی کارروائی ہے''[۴۱] ان کی یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ''اصل میں آں حضرتؐ نے دشمن کو نیست ونابود کرنے کی جگہ مجبور

کرنا پسند فرمایا'' ۴۲؎۔ 'محمد رسول اللہ' میں انہوں نے لکھا ہے کہ: ''رسول اللہ نے ہچکچاہٹ کے ساتھ صرف دفاع کے لیے جنگیں لڑی تھیں... جب اسلام کے پرانے دشمنوں نے اپنی بے وقوفانہ دشمنی ختم کردی تو آپ کا مقصد صرف اور صرف یہ رہ گیا کہ عرب کے ساتھ غیر ممالک میں پُرامن طریقے سے دین اسلام کی تشہیر کی جائے'' ۔۴۳؎ انگریزی کے بہت سے مصنفین نے یہی موقف اختیار کیا ہے کہ آپؐ کی جنگیں بنیادی طور پر دفاع کے لیے تھیں، البتہ اقدامی طور پر جو جنگیں آپ نے لڑیں ان کا مقصد محض فتنہ کی صورت حال کا خاتمہ تھا۔ حسین ہیکل کے نزدیک جنگ صرف اس عقیدے کی حفاظت کے لیے جائز ہے جو اللہ کے دین سے مربوط ہے ۴۴؎۔ طارق رمضان نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ آپ نے بنیادی طور پر جہاد قرآن سے کیا اور اسی کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔ آپ نے اصلاً قرآن کو ہی اسلحہ بنایا ۴۵؎۔ ڈاکٹر افضال الرحمان نے اس تعلق سے وہی بات کہی ہے ۴۶؎ جو موجودہ دور میں غالبًا پوری اہمیت اور دلیل کے ساتھ ڈاکٹر حمیداللہ نے کہی تھی کہ رسول اللہ کی پالیسی جنگ کے ذریعے محض یہ تھی کہ ان (غیر مسلم مخالفین) کی طاقت توڑ دی جائے، تاکہ وہ تعاون پر آمادہ ہوجائیں اور خون بہانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ حمیداللہ نے بہت سے دیگر مصنفین کے بالکل برعکس اپنی کتاب 'محمد رسول اللہ' میں غزوات وسرایا کے بیان کو بالکل ضمنی اہمیت دی ہے، چناں چہ اس میں سرے سے اس کا کوئی باضابطہ عنوان ہی نہیں رکھا ہے۔

رحمۃ للعالمین ہونے کی حیثیت

اس تعلق سے موجودہ غالب رجحان آپؐ کے داعئ امن اور رحمۃ للعالمین ہونے کی حیثیت کو نمایاں طور پر پیش کرنے کا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا، آپ کی اس حیثیت پر ماضی میں اردو اور عربی میں درجنوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ حال میں اس میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ نیز جو کتابیں یا تحریریں دوسرے عنوانات سے لکھی گئی ہیں ان میں بھی اس پہلو پر خصوصیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کام بہت تحقیقی اور منظّم شکل میں سامنے نہیں آیا۔ اس کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ اس موضوع پر زیادہ تر چیزیں دراصل انٹرنیٹ کے ذریعے دعوت

کی ضرورت کی تکمیل یا مغربی ممالک میں اسلامی حلقوں کی طرف سے غیر مسلموں کے درمیان اشاعت کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔ دوسری وجہ اس موضوع کی مخصوص نوعیت بھی ہے۔ دراصل یہ تحریریں ان لوگوں کو پیش نظر رکھ کر تیار کی گئی ہیں جو حالیہ عرصے میں انتہا پسندی کے بعض واقعات سے متاثر ہوکر پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو اس حوالے سے موردطعن ٹھہراتے رہے ہیں۔ ظاہر ہے، یہ طبقہ ماضی کے اصحاب علم و دانش مستشرقین کی طرح نہیں ہے۔

اردو میں اس عنوان سے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی 'رحمۃ للعالمین' کا بدل شاید عربی میں بھی نہیں ہے۔ قاضی صاحب نے غیر مسلم ذہنوں کو سامنے رکھ کر رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں رحمت کے تمام ضروری پہلوؤں کو منطقی انداز میں آشکارا کرنے کی کوشش کی ہے۔ غالباً پہلی مرتبہ انہوں نے عہد نبوی کی جنگوں کے مقتولین اور قیدیوں کی تعداد کا صحیح اندازہ کرکے یہ بتانے کی کوشش کی کہ انسانی تاریخ کا سب سے بڑا انقلاب رحمتِ عالم ﷺ کے ذریعے سب سے کم خون بہا کر لایا گیا۔[۴۷] عربی میں حالیہ زمانے میں کئی مصنفین نے اسی عنوان سے کتابیں لکھی ہیں، لیکن محمد مسعد یاقوت کی کتاب **نبی الرحمۃ: الرسالۃ والانسان** [۴۸] اس موضوع پر زیادہ اہم ہے۔ یہ کتاب ایک غیر مسلم مصنف کریک وینن کی کتاب نبی الخراب (Prophet of Demon) کے ردعمل میں لکھی گئی ہے۔ مصنف نے آپ کے رحمت عالم ہونے کے تقریباً تمام اہم پہلوؤں کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ اس میں تمدن، اخلاق، قانون، سیاست ومعاشرت، انسانیت کی خدمت، قیام عدل و امن، غیر مسلمین، خواتین، کم زور طبقات وغیرہ کے حوالے سے آپ کی سیرت کو رحمت اور احسان کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر اکرم ضیا عمری نے بھی الرسالۃ والرسول میں آپ کے نبی رحمت ہونے پر اچھے اور مؤثر انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ آپ کا جوہر رسالت آپ کا رحمت للعالمین ہونا ہے۔[۴۹] عربی میں نورالدین ابولحیہ، حسن عبداللہ اور ابوعبدالرحمان وغیرہ کی رحمۃ للعالمین ہی کے نام سے کتابیں موجود ہیں، لیکن اپنے مواد واسلوب کے اعتبار سے وہ بہت زیادہ موثر نہیں ہیں، تاہم ان میں سیرت کے اس پہلو کو مرکز توجہ بنا کر دعوتی انداز میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسرے موضوعات میں سماجی امن پر علامہ شبلی اور ڈاکٹر حمید اللہ کی تحریروں میں مؤثر نکات موجود ہیں۔ شبلی لکھتے ہیں کہ: ''سرور کائنات کا اصلی کام تمام عالم میں دعوتِ اسلام کا اعلان کرنا تھا..... اس کے لیے تیغ و خنجر اور فوج و عسکر کی ضرورت نہ تھی، بلکہ صرف اس قدر کافی تھا کہ دعوت حق کی صدا اطرافِ عالم میں پہنچ جائے''۔۵۰ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ ''زیادہ تر سراپا تبلیغی وفود تھے جو فتح مکہ کے بعد بھیجے گئے''۔۵۱ امن کی طرح عدل کو بھی مختلف سیرت نگاروں نے توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ ابوزہرہ کہتے ہیں کہ ''عدل میں عدل اجتماعی کا مفہوم شامل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان بھرپور طور پر باعزت زندگی گزارے، اس کی صلاحیتوں کو انفرادی و اجتماعی فائدے کے کاموں میں استعمال کیا جائے اور ہر انسان کو یہ موقع فراہم کیا جائے کہ وہ اپنی جسمانی یا عقلی قوتوں کو بروئے کار لاسکے''۔۵۲ عدل و انسانیت کے موضوع پر قدیم سیرت نگار عموماً حلف الفضول کا تذکرہ بہت سرسری طور پر کرتے تھے، لیکن اب اکثر سیرت نگاروں کے یہاں اس پہلو پر خصوصی زور ملتا ہے۔۵۳

خلاصۂ بحث

کم ازکم اردو میں سیرت نگاری میں دعوت اسلامی کا رجحان بہت واضح اور مضبوط نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو ایک بڑے ماڈل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، لیکن عام طور پر سیرت نگار ایسے پہلوؤں سے دامن بچانے کی کوشش کرتے ہیں، جن سے غیر مسلم ذہنوں میں سوالات پیدا ہوسکتے ہوں۔ پہلے لکھی گئی کتابوں میں سیرت نبوی کے اہم متعلقہ واقعات: حلف الفضول، ہجرت حبشہ، مکہ میں قریش اور مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ آپ کے سماجی تعلقات، میثاق مدینہ جیسے موضوعات کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دی گئی تھی، لیکن اب خصوصیت کے ساتھ دی جارہی ہے۔ آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کی مختلف حیثیتوں اور جہتوں پر وسیع اور وقیع کام ہوا ہے اور ایک بڑا ذخیرہ کتب ومقالات کی شکل میں سامنے آگیا ہے۔ بلاشبہ ان کے نتائج میں یہ بات شامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے متعلق بڑے پیمانے پر غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا ہے۔ ان کوششوں کے فیضان ہی میں یہ بات شامل ہے کہ حالیہ عرصے میں بعض غیر مسلموں نے بھی رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر نہایت مثبت اور منصفانہ انداز میں کتابیں لکھی ہیں، جن

میں کیرن آرم اسٹرانگ کی کتاب Mohdmmad :The Saviour of the Humanity خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔اس رجحان کے حوالے سے ابھی اہمیت اور سنجیدگی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔مغربی ممالک میں مقیم بہت سے مسلم مصنفین نے اس پر قلم اٹھایا ہے، لیکن ان کے یہاں یہ کمی پائی جاتی ہے کہ ان کی فکر حالات سے زیادہ متاثر ہے۔اس لیے عموماً سیرت کی صحیح اور مکمل ترجمانی ان کی کتابوں سے نہیں ہو پاتی۔اس لیے خصوصاً ثقہ علما اور اہل دانش کی طرف سے اس موضوع پر تصنیف وتالیف کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

موجودہ دور کا تقاضا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کو خاص طور پر تحقیق وتصنیف کا موضوع بنایا جائے۔ یہ مسلم اقلیتوں کے فائدے کے علاوہ بہت سی غلط فہمیوں کے ازالے کا بھی باعث ہے۔اس موضوع پر میری معلومات کی حد تک عربی میں بھی کوئی قابلِ ذکر کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ ہجرتِ حبشہ، میثاقِ مدینہ، غزواتِ نبوی کی حیثیت، سیرت کی روشنی میں بین مذاہبی تعلقات اور بین مذاہبی کش مکش کے خاتمے کے لیے آپ کی تعلیمات اور اسوے کی اہمیت ،موجودہ دور کے عالم گیر مسائل میں سیرتِ نبوی کی عملی رہنمائی وغیرہ، ایسے موضوعات ہیں جن پر کام ہونا چاہیے۔عربی کی طرح دعوت کے اصول ومنہج پر اردو میں قابل ذکر کتابیں موجود نہیں ہیں۔ یہ موضوع بھی توجہ کا متقاضی ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور (اشاعت:۱۹۷۵ء) ۱۱/۵۰۶-۵۰۷

۲۔ سیرت میں مختلف مناہج اور رجحانات کے لیے دیکھیں: محمود احمد غازی: محاضرات سیرت (چوتھا خطبہ: مناہج سیرت ص:۱۹۵-۲۵۳) اریب پبلی کیشنز، نئی دہلی ،۲۰۱۰ء

۳۔ حسین ہیکل : حیاۃ محمد (اردو ترجمہ محمد مسعود عبدہ) فرید بک ڈپو دہلی، ۲۰۰۵ء ص:۸۶،۸۵۵، ۶۶۲۔ ہیکل اسلامی تعلیمات اور عقل کے تناظر میں مسلم اور مغربی کے امتزاج کی بات کہتے ہیں اور مغربی تہذیب سے استفادے کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ اس طرح ان کی نظر میں مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب میں بہت سے معاملوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے ص:۶۵۹

۴۔ ایضا، ص۸۱۳

۵۔ قاضی عیاض بن موسی :الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ج:۱ص:۱۶۲، ۱۶۶، ۲۳۹،

مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر،۱۹۵۰ء

۶؎ ابن قیم: زاد المعادفی ھدی خیر العباد ۱/۱۶۹، ۳/۳۴

۷؎ اس طرح کی کچھ عربی سائٹس یہ ہیں: nabialrahmah.com, mercyprophet.com, mercyprophet.org. nusraah.com, وغیرہ

۸؎ وھبہ الزحیلی: منھج الدعوۃ فی السیرۃ النبویۃ، دار المکتبی للطباعۃ والنشر والتوزیع والتصدیر، القاھرۃ

۹؎ دیکھیے صفحات: ۱۶۸، ۱۸۲، ۱۸۴

۱۰؎ خطبات مدراس، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۸ء، ملاحظہ کیجیے صفحات: ۸۴، ۸۸، ۱۰۳، ۱۰۵ اوغیرہ

۱۱؎ مثلاً مفتی محمد عبدہ، رشید رضا، حسین ہیکل وغیرہ دیکھیے حیاۃ محمد: ۶۹-۷۱

۱۲؎ خاتم النبیین، الموتمر العالمی الثالث للسیرۃ والسنۃ النبویۃ، ۱۴۰۰ھ، ص:۶۵۱

۱۳؎ ایضا:ص۶۷۴ ۱۴؎ ص۳۲۵ ۱۵؎ ص۱۴۶

۱۶؎ پیغمبر انسانیت، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۹۰ء، ص۱۸۱

۱۷؎ The Spirit of Islam,*Chatto & Windus(London)p.276* (1974)

۱۸؎ ابوالکلام آزاد: رسول رحمت ص:۴۲۶

۱۹؎ طارق رمضان: *In the Footsteps of the Prophet (p.x)* Oxford University Press(2007) ،

۲۰؎ افضال الرحمان Muhammad Blessing for Mankind,*The Muslim Scholars Trust (London) pp.232-282*

۲۱؎ امیر علی: The Spirit of Islam یہ بات مصنف نے 'سیل' کے Essays on Islam کے حوالے سے نقل کی ہے۔ Part:2.P.272

۲۲؎ ایضا Part.2 ,Chap.7

۲۳؎ ڈاکٹر حمیداللہ: رسول اکرم کی سیاسی زندگی، تاج کمپنی دہلی، ۱۹۸۵ء، باب ۲۸، ص۲۶۴-۲۶۵

۲۴؎ ایضاً ۲۵؎ ایضاً،ص۲۶۸

۲۶؎ یٰسین مظہر صدیقی: مکی اسوہ نبوی: مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل، ص:۱۶۲ اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

۲۷؎ طارق رمضان: ص۶۷ ۲۸؎ ایضاً، ملاحظہ کیجیے صفحات: ۷۶، ۷۸، ۸۳

۲۹؎ طارق رمضان، ص۹۰ ۳۰؎ ۳۳۶/۲، ۳۷۰

۳۱؎ اس کی مثال کے طور پر دیکھیے، پیغمبر انسانیت ص: 143، محمد الغزالی: فقہ السیرۃ: ص: 125 وغیرہ

۳۲؎ خاتم النبیین، ص ۶۵۳، ۶۹۷

۳۳؎ ابوزہرہ: نظریۃ الحرب فی الاسلام: ص ۳۹ مطبوعہ وزارۃ الاوقاف مصر، ۲۰۰۸ء

۳۴؎ رسول رحمت، ص: ۲۵۹، مسلم غیر مسلم تعلقات کے حوالے سے بھی مولانا آزاد کا نکتۂ نظر نہایت وسیع النظری پر مبنی ہے۔ موالات کے تعلق سے انہوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہود و نصاری اور مشرکین سے موالات کی ممانعت قرآن میں صرف ان کی ان جماعتوں کے ساتھ خاص ہے جو محض دین کے اختلاف کی بنیاد پر مسلمانوں کے ساتھ برسرپیکار تھیں۔ (ترجمان القرآن، ص ۲/ ۱۴۵-۱۴۶)

۳۵؎ خاتم النبیین، ص ۶۹۷ ۳۶؎ صحیح بخاری: ۲۸۱۸، ۲۸۳۸؛ صحیح مسلم: ۱۷۴۲

۳۷؎ سیرت النبی، ۱/ ۱۸۲-۱۸۳

۳۸؎ مصطفیٰ السباعی: فقہ السیرۃ (اردو ترجمہ) ص: ۳۷، انٹرنیشنل اسلامک بک سینٹر، کویت

۳۹؎ ایضاً، ص ۱۳۸-۱۳۹

۴۰؎ ص ۲۵، بحوالہ ظافر القاسمی: الجهاد والحقوق الدولية العامة فی الاسلام، دار العلم للملایین بیروت، ۱۹۸۲ء، ص ۱۸۹

۴۱؎ حمید اللہ: محمد رسول اللہ، اردو ترجمہ: خالد پرویز، ملی پبلی کیشنز نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۴۳

۴۲؎ حمید اللہ: عہد نبوی کے میدان جنگ، علمی مرکز راول پنڈی، پاکستان، ۱۹۹۸ء، ص ۱۲۷

۴۳؎ حمید اللہ: محمد رسول اللہ، ۱۸۲ ۴۴؎ حسین ہیکل، ۳۹۰

۴۵؎ طارق رمضان، ص ۵۲، ۵۳ ۴۶؎ افضال الرحمٰن، ص ۱۶۴، ۱۶۵

۴۷؎ رحمۃ للعالمین، مکتبہ رحمت دیوبند، ۲/ ۲۶۵، مصنف کے مطابق عہد نبوی کے غزوات و سرایا میں کل مرنے والوں کی تعداد ۱۰۱۸ (جس میں کفار مقتولین کی تعداد ۷۵۹) زخمیوں کی تعداد (جس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اس میں کمی بیشی کا امکان ہے) ۱۲۷، اور قیدیوں کی تعداد ۶۵۶۵ ہے، جس میں ایک مسلم قیدی شامل ہے۔ ظاہر ہے، یہ ان کی تحقیق و مطالعے کا نتیجہ ہے، جس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، لیکن بہر حال ان اعداد و شمار کی بنیاد پر اس تعلق سے ایک مجموعی اندازہ ضرور قائم کیا جاسکتا ہے۔

۴۸؎ نبی الرحمۃ: الرسالۃ والانسان، الزہراء للاعلام العربی، قاہرۃ ۲۰۰۷ء

۴۹؎ الرسالۃ والرسول، ص ۹۰ ۵۰؎ سیرت النبی، ص ۱۲

۵۱؎ ایضاً، ص ۲۲ ۵۲؎ خاتم النبیین، ص ۶۵۲-۶۵۳

۵۳؎ فقہ السیرۃ (محمد الغزالی)، ص ۵۸، خاتم النبیین (ابوزہرہ) ص ۱۸۵، طارق رمضان وغیرہ

☆☆☆